Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:3 (1975)

تعارف و تبصرہ

ماہنامہ "تعمیر فکر" بنگلور (انڈیا) (ایجوکیشنل نمبر)

شمارہ ستمبر و اکتوبر ۷۴ء

قیمت دو روپے ضخامت ۹۶ صفحات

ماہنامہ "تعمیر فکر" کا ایجوکیشنل نمبر مسلمانانِ ہند کے تعلیمی مسائل پر نکالا گیا ہے۔ فاضل ایڈیٹر محمد شہاب الدین ندوی نے 'مسلمانوں کا منصب اور ان کی ذمہ داری' اور 'ایک جامع نظامِ تعلیم کی ضرورت' کے زیرِ عنوان فکر انگیز مضامین تحریر کئے ہیں۔ مروجہ نظامِ تعلیم میں خواہ وہ مشرقی ہو یا مغربی، دوررس اصلاحات اور تبدیلیوں کی ضرورت ظاہر کی ہے تاکہ قدیم و جدید کی تقسیم ختم کرکے ایک ایسا متوازن، جامع، مفید اور نتیجہ خیز نظامِ تعلیم و تربیت تشکیل دیا جا سکے جو کار آمد اور مفید انسان تیار کر سکے۔ ایسے تعلیم یافتہ انسان جو معاشرے پر بار بننے اور اس کے لئے خود ایک مسئلہ بننے کی بجائے اپنے حصے کی تمدنی، اخلاقی اور انسانی ذمہ داریاں، جرأت، قابلیت اور ہمت سے پوری کر سکیں اور صحیح معنوں میں عمل اور خدمت کی علامت بن جائیں۔ اس شمارے کے بعض مضمون نگاروں نے عربی مدارس کے فرسودہ اور قدیم نظامِ تعلیم پر تعمیری تنقید کی ہے اور اصلاحِ احوال کے لئے مفید مشورے دیئے ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے اس رسالے میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور شاہ معین الدین کے بعض مطبوعہ مضامین بھی دوبارہ شائع کر دیئے گئے ہیں۔ 'ندوۃ العلماء کا نظامِ تعلیم' اور 'عربی مدارس اور نصاب کی اصلاح' کے زیرِ عنوان بھی عمدہ مضامین شاملِ اشاعت ہیں۔ عربی مدارس کی اصلاح کے سلسلے میں مولانا صادق حسن عقیل القاسمی کا مضمون نہایت عمدہ ہے۔ 'اسلام اور علم کی اہمیت' کے عنوان

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

سے شیخ محمد عبداللہ کا خیال انگیز مضمون "تعلیم اور ہندوستانی مسلمان" کے موضوع پر جسٹس بشیر احمد سعید کی ایک صدارتی تقریر بھی رسالے میں شائع کی گئی ہے۔ بعض مضامین جنوبی ہندوستان کی مسلم درسگاہوں سے متعلق ہیں۔ مجموعی طور پر یہ شمارہ اس فکرمندی اور مخلصانہ احساس کا مظہر ہے جو ہندوستان کے مسلم دانشوروں کے ذہن میں اپنی تعلیم کے پیچیدہ مسئلے کے متعلق پیدا ہو رہا ہے۔ خدا کرے یہ فکرمندی اور تشویش مثبت اور تعمیری عمل کے سانچے میں ڈھل سکے اور تعلیم و تربیت کے میدان میں تعمیرِ نو کی اساس بن جائے۔

(انیس احمد اعظمی)

انڈونیشیا

مصنف : شاہد حسین رزاقی

ناشر : ادارۂ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، لاہور۔

تعداد صفحات ۴۴۰ قیمت پندرہ روپے

ممتاز مصنف شاہد حسین رزاقی صاحب مدیر ماہنامہ "المعارف" کی کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ پہلا ایڈیشن چونکہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا تھا اس لئے نئے ایڈیشن میں مصنف نے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد کتاب کو زیادہ مفید بنا دیا ہے اور گزشتہ دس سال کے حالات و واقعات کا بھی احاطہ کر لیا ہے۔ پہلے ایڈیشن کے آخری تین باب دوبارہ لکھے گئے ہیں اور دو نئے ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کتاب حسب ذیل ۲۳ بابوں میں تقسیم کی گئی ہے۔

پہلا باب جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے، انڈونیشیا کے جغرافیائی حالات سے متعلق ہے۔ دوسرے باب میں قبل از اسلام کی تاریخ اور تیسرے باب میں آغاز اسلام سے سترھویں صدی تک اسلامی دور کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ چوتھے، پانچویں اور چھٹے باب میں مغربی اقوام اور ولندیزوں کی آمد اور انڈونیشی مسلمانوں کی طرف سے حملہ آوروں کے مقابلے کی روح پرور تاریخ بیان کی گئی ہے اور امام بونجول (۱۷۷۲ء تا ۱۸۶۴ء) دیپونی گورو (۱۷۸۵ء تا ۱۸۳۵ء) اور تیکو عمر (شہید ۱۸۹۹ء) جیسے انڈونیشی مجاہدوں کے ولولہ انگیز سوانح اور ان کی اصلاحی

تحریکوں کا خاصی تفصیل سے ذکر ہے۔ ساتواں باب ولندیزی تسلط، قومی بیداری اور آزادی کی دستوری جدوجہد کے پہلے دور کی داستان ہے۔ آٹھویں باب میں شرکت اسلام، جمعیتہ محمدیہ اور دیگر اصلاحی اور دینی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جدید دور میں اسلامی تحریک کے پیشرو حاجی عمر سعید (۱۸۸۳ء تا ۱۹۳۴ء) حاجی احمد دحلان اور آغوس سالم (۱۸۸۴ء تا ۱۹۵۴ء) کے حالات اسی باب میں لکھے گئے ہیں۔ دسویں باب سے سترھویں باب تک آزادی کی دستوری اور مسلح جدوجہد کی تفصیلی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ اٹھارھواں باب آزاد انڈونیشیا اور اس کے مسائل کے بارے میں ہے۔ انیسویں باب میں اسلامی تحریکوں یعنی ماشومی پارٹی، نہضتہ العلماء اور دارالاسلام کا تفصیلی تعارف اور ڈاکٹر سوکیمان، ڈاکٹر ناصر اور محمد ظفرالدین اور دوسرے اسلامی فکر رکھنے والے رہنماؤں کے حالات پیش کئے گئے ہیں۔ دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح انڈونیشیا میں بھی اسلامی اور غیر اسلامی فکر رکھنے والوں کے درمیان نظریاتی کشمکش جاری ہے۔ کتاب کا یہ باب اس نظریاتی کشمکش کے بارے میں مفید معلومات کا حامل ہے۔ بیسواں باب انڈونیشیا میں اشتراکیت کے عروج و زوال کی داستان ہے۔ اکیسواں اور بائیسواں باب صدر سوکارنو کے عہد کی تاریخ ہے۔ ان ابواب میں مصنف نے بڑا متوازن نقطۂ نظر اختیار کیا ہے اور خود کو افراط و تفریط سے بچاتے ہوئے صدر سوکارنو کے دورِ حکومت کا اور ان کے زوال کے اسباب کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا ہے۔ ۲۳ ویں باب میں صدر سوہارتو کے دورِ حکومت سے بحث کی گئی ہے۔

شاہد حسین رزاقی صاحب کی اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان اور انڈونیشیا کی تاریخ میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ جس طرح ہمارے یہاں تحریک مجاہدین، فرائضی تحریک اور دوسری اصلاحی تحریکوں نے نشو و نما پائی اسی طرح بالکل ایسی ہی تحریکوں کا انڈونیشیا میں بھی ظہور ہوا۔ اور ان تحریکوں کے نتیجے میں اسلامی فکر کو انڈونیشیا میں بھی اسی طرح غلبہ حاصل ہے جس طرح پاکستان میں غلبہ حاصل ہے۔ اسی طرح احیائے اسلام کی راہ میں انڈونیشیا میں جو رکاوٹیں پیش آتی رہی ہیں وہ بھی پاکستان سے بڑی مشابہت رکھتی ہیں۔ صدر سوہارتو کے دور سے قبل انڈونیشیا میں کمیونسٹ عناصر جو بین الاقوامی اشتراکیت کے آلۂ کار تھے، بہت طاقتور

ہوگئے تھے۔ انھوں نے انڈونیشیا کو جس طرح مصائب اور تباہی سے دوچار کیا اس کی داستان ہمارے لیے بھی سبق آموز ہے۔ اگرچہ اب کیمونسٹ عناصر کا زور ٹوٹ چکا ہے لیکن مصنف کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:

"جنگ آزادی کے دوران قوم پرست رہنما اسلامی تحریک کی مکمل طور پر حمایت کرتے رہے اور اسلامی نظریہ حیات کو روبہ عمل لانے کا وعدہ بھی کر لیا۔ لیکن قومی حکومت قائم ہوگئی تو قوم پرست رہنماؤں نے اسلام اور جمہوریت کی حامی جماعتوں کے خلاف ایک محاذ قائم کر لیا اور کمیونسٹوں کی طرف مائل ہوگئے۔"

"سوکارنو کمیونسٹ نواز تھے اور سوہارتو عیسائیت نواز ہیں۔ چنانچہ اسلامی تحریک کو سوہارتو کے دور میں بھی ویسی ہی مشکلات درپیش ہیں جیسی سوکارنو کے دور میں تھیں۔ سوکارنو اور سوہارتو دونوں کا مقصد اسلامی تحریک کی مخالفت کرنا اور اس کے خلاف مستحکم محاذ بنانا تھا۔"

مصنف کی تصریح کے مطابق "انڈونیشیا میں عیسائیوں کی تعداد ۳۵ لاکھ سے بڑھ کر ۹۸ لاکھ ہوگئی ہے اور انھوں نے بیس سال کی مدت میں جاوا کو اور پچاس سال کے اندر دوسرے جزائر کو عیسائی بنانے کا منصوبہ تیار کر لیا ہے جس کی وجہ سے ۱۹۶۵ء جیسے ایک اور فتنہ کا مواد پکنے کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔"

مصنف نے بجا طور پر لکھا ہے کہ سوکارنو کی مخالفت کا اہم ترین سبب اقتصادی بدحالی تھی لیکن نئی حکومت کی وجہ سے افراط زر کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ بجٹ متوازن ہوگیا ہے اور اقتصادی حالات بہتر ہوگئے ہیں اور یہ بات صدر سوہارتو کی مقبولیت کا باعث بنی ہے۔

شاہد حسین رزاقی صاحب نے کتاب کو ڈاکٹر سوکیمان اور ڈاکٹر محمد ناصر کے نام معنون کیا ہے جو اُن کے خیال میں نہ صرف انڈونیشیا بلکہ عالم اسلام کے عظیم ترین رہنماؤں میں سے ہیں اور جن سے مصنف نے مختلف ملاقاتوں میں فیض بھی حاصل کیا ہے۔

اس کتاب کی تکمیل میں مصنف نے ۷۰ کتابوں سے مدد لی ہے۔ جن میں سوکارنو، حتا، ڈاکٹر ناصر اور سوتان شہریر کی تصانیف بھی شامل ہیں۔ مصنف نے ۱۹۶۳ء کے ایڈیشن میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اہل انڈونیشیا کی زندگی کے بعض پہلو ایسے ہیں جن پر کچھ لکھنے کے

لئے انڈونیشیا میں چند ماہ قیام کر کے وہاں کے حالات کا براہ راست مطالعہ اور مشاہدہ کرنا ضروری ہے۔ مصنف نے نئے ایڈیشن میں بھی اس خیال کا اعادہ کیا ہے۔ یہ بات کہ ہمارے ملک میں ایک محقق کو دس سال انتظار کرنے کے بعد بھی چند ماہ اس ملک میں جانے کا موقع نہیں ملا جس کے بارے میں وہ تحقیق کر رہا ہے، تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے بڑی حوصلہ شکن ہے۔ ہماری حکومت اور ہمارے علمی اور تحقیقی اداروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

بہر حال ان تمام مشکلات کے باوجود شاہد حسین رزاقی صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے انڈونیشیا سے متعلق جو آبادی اور قدرتی وسائل کے لحاظ سے اسلامی دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے، ایک پُر از معلومات اور جامع کتاب لکھی۔ اُن کی کتاب اُردو ادب میں یقیناً ایک مفید اضافہ ہے اور انڈونیشیا کے بارے میں لکھنے والوں کے لئے ایک عمدہ ماخذ۔

(ثروت صولت)

المجروح (معاشرہ میں ہمارا کردار، قرآن حکیم کی روشنی میں)

مصنف: عزیز احمد

حجم: ۱۴۴ صفحات $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$ قیمت: پانچ روپے

مساجد، دارالعلوم، رسائل، جرائد وغیرہ کے لئے، بطور ہدیہ۔

ملنے کا پتہ:- ادارۂ لغات القرآن، ۳۰۔ اے سٹیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔

"المجروح" سات ابواب پر مشتمل ہے۔ سقوطِ ڈھاکہ کا فوری ردِّ عمل، سانحہ کا پس منظر، اپنا نقطۂ نگاہ، لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، القرآن، حضرات اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ابواب کے عنوانات ہیں۔ پروفیسر کرم حیدری صاحب کے پیش لفظ سے کتاب کی افادیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ مصنف کا شعری ذوق بھی کتاب میں دلچسپی کا مؤثر پہلو ہے۔

مصنف نے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں موجودہ معاشرے کی اکثر و بیشتر برائیوں کی نشاندہی

کی ہے۔ توحید رسالت اور اہل بیت وصحابہ کرامؓ کی سیرت کو بنیاد بنا کر معاشرتی امور و مسائل کا مثبت اور تعمیری طریق سے جائزہ لیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب منفرد انداز رکھتی ہے۔

کتاب کا بنیادی موضوع قرآنی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر سختی سے عمل کرنے کی دعوت دینا ہے: اس کے ساتھ ہی مصنف نے شرک و بدعت؛ اوہام پرستی، اور فرقہ بندی کے رجحان کا حدِ اعتدال سے تجاوز، فروعی اختلاف کا تقدم، بنیادی عقائد اور ایمان وعمل کا تاخر، ایک دوسرے کی تذلیل وتضحیک اور رسم و رواج کو خوش اسلوبی سے موضوع بحث بنایا ہے۔

مصنف نے پرانی اور نئی نسل کی موجودہ حالت کی بنیادی وجہ دینی تعلیم و تربیت کا بالعموم فقدان بتایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "نہ ہم نے خود دینی تعلیم حاصل کی اور اس کا عملی نمونہ پیش کیا، اور نہ اپنی اولاد کو اس سے مزیّن کر سکے۔" ہمارے خیال میں یہ بات بڑی حد تک درست ہے۔

(ادارہ)